شیخ الحدیث حضرۃ مولانا عبد الحقؒ

بلند مرتبہ انسان، مردِ کامل اور جامع شخصیّت

مولانا عبدالقیوم حقانی رفیق مؤتمر المصنفین و استاذ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

یہ ایک مسلّم حقیقت ہے کہ دین اسلام کے روزِ اول سے لے کر تاہنوز مخلوقِ خدا کی ہدایت، تعلیم و تربیت اصلاح اعمال و اخلاق، تزکیۂ باطن، انسانیت کی تعمیر و تشکیل اور امت کی وحدت اور ارتقاء میں علماء امّت، صلحاءِ ملّت، اولیاء اللہ اور مشائخ کی صحبتیں، ان کی مجالس، ان کے ارشادات و افادات ان کے ہدایات و ملفوظات اور بعض اوقات ان کی دل نواز نگاہیں نسخۂ اکسیر ثابت ہوتی ہیں۔

حضرت امام بخاریؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام اعظم ابو حنیفہؒ، امام سفیان ثوریؒ، شیخ سہروردیؒ، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، علامہ ابن تیمیہؒ، حافظ ابنِ قیمؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت شاہ ولی اللہؒ، قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم نانوتویؒ حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ، حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، محدث العصر شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ، شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنیؒ اور شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ، یہ سب حضرات ایک طرف شیوخ طریقت اور دوسری طرف مسندِ علم کے تاجدار تھے۔ ان کے احوال و سوانح کمالاتِ علم کے ساتھ ساتھ برکاتِ باطنی سے بھی لبریز ہیں۔ ان کی مجالس، ان کے فیوض و برکات، ان کی گفتگو اور ان کے افاضات و ارشادات سے ایک عالم مستفید ہوا اور اب تک استفادہ کیا جا رہا ہے۔ یہی بزرگ تھے جن کے دمِ قدم سے دینِ اسلام کی روشنی پھیلی۔ درحقیقت اس کی وجہ بھی یہی تھی کہ ان کی ذات میں مدرسہ اور خانقاہ کی جامعیت تھی وہ اسوۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تر تھے اس لیے ان کا فیض بعید سے بعید تر حصّہ تک پھیلتا چلا گیا۔

ائمہ اسلافؒ میں ایک ایک کی سوانح اور ان کے تذکرہ و احوال کا مطالعہ کیا جائے تو ظاہر و باطن کے علوم کے جامع نظر آئیں گے۔ چودھویں صدی کے نصف آخر اور پندرھویں صدی کے عشرۂ اوّل میں بقیۃ السلف محدث العصر استاذی و استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحقؒ بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا وجودِ گرامی بھی تکوینی طور پر دینِ اسلام کی تاریخِ دعوت و عزیمت کی ایک زرّیں کڑی اور تسلسل اور اس کی حقانیت اور صداقت کی ایک واضح دلیل ثابت ہوا۔

حضرت شیخ الحدیثؒ تقریباً پون صدی وراثتِ نبوّت کی تقسیم اور علومِ نبوت کی تعلیم و تدریس میں "ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ" کا جلوہ دکھاتے رہے، اس کے ساتھ اپنے خصوصی توجہات اور مخصوص اوقات میں ویزکیھم کی جلوہ ریزی بھی کرتے رہے۔ حضرت شیخ الحدیثؒ سے مدرّسیّت اور خانقاہیت، علمِ ظاہر و باطن اور شریعت و طریقت کی دونوں سوتیں ایک چشمہ بن کر بہہ رہی تھیں۔ شب بیداری نے اُن کی آنکھوں کا نور بڑھا دیا تھا اور ذکر کی کثرت اور خلوص کی سپرٹ نے اُن کی زبان کی تاثیر میں مقناطیسیت ڈال دی تھی جنہیں دیکھ کر دین کے زندہ وجاوید اور مؤثر ہونے کا ثبوت مل جاتا تھا۔

احقر کی طالب علمی کا چوتھا سال تھا کہ حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانویؒ کے بعض مواعظ اور "اشرف السوانح" کا ایک حصّہ پڑھا تو ذہن بدل گیا اور صبح و شام ایک کیفیت اور ایک ہی آرزو سامنے رہنے لگی کہ کسی زندہ بزرگ مصلحِ امت، ولی اللہ، عالمِ ربانی اور مربّی و محسن اور ایک اللہ والے سے تعلق جُڑ جائے، اُن کی خدمت اور صحبت میں پہنچکر اپنی انسانیت کی بقاء، تعمیر و تشکیل اور خلوص و للّٰہیت کا سبق حاصل کیا جائے۔

اِدھر یہ آرزو اور اُدھر عام مشائخ اور اکابر علماء بالخصوص مرکزِ علم دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء اور اپنے اساتذہ لہ سے ابتدائے شعور سے

لہ بالخصوص استاذِ محترم حضرت العلامہ مولانا محمد زمان صاحب فاضلِ حقانیہ (حال مدرس مدرسہ عربی نجم المدارس کلاچی) کی خصوصی توجہ، ذہنی و اخلاقی تربیت، حضرت شیخؒ سے وارفتگی اور عشق و محبت اور اس سلسلہ میں ان کی حسین یادیں اور ان کا تذکرہ، پھر زندگی کے اس نئے موڑ دارالعلوم بالخصوص حضرت شیخ الحدیثؒ کی خدمت میں حاضری کے سلسلہ میں بھرپور راہنمائی، مشفقانہ تعاون اور مخلصانہ غائبانہ دعاؤں سے میری ہمت افزائی فرماتے رہے۔ موجودہ دور میں سلف صالحین کی یاد دلانے والے ایسے نمونے خال خال ملتے ہیں۔ موصوف علمِ حدیث کی جلیل القدر کتاب "المدوّنہ فی علم الحدیث واصنافہا وخصائصہا" کے مصنّف ہیں۔ اپنی وضع اور طبعی و مزاجی خصوصیات سے پرانے زمانے کے اسلافِ امت کی یاد دلاتے ہیں۔

محدث کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے علمی کمالات، روحانی تربیت و توجہات، بلند اخلاقی کردار، معاصر علماء میں ان کے مقام و مرتبہ اور عام اخلاق و عادات سے متعلق دلچسپ اور حیرت انگیز حالات اور واقعات اس کثرت اور تواتر سے سننے لگا کہ دل و دماغ اور ذہن و قلب پر ان کی معصوم سی فرضی مگر حسین اور محبوب تصویر نقش ہو گئی۔

اور اب انسانی فطرت (جس کے پس منظر میں باری تعالیٰ ہی کی موہبت کارفرما تھی) آگے بڑھی محض اُنس و محبت کو زیارت و ملاقات، حضورِ مجلس و استفادہ خدمت و قربِ شیخؒ اور کسبِ فیض کے لیے اشتیاق، بے چینی اور اضطراب بلکہ عشق و محبت کی کیفیات سے تبدیل کر دیا، بس اب تو عالم ہی دوسرا تھا ؏

اب نہ کہیں نگاہ ہے اب نہ کوئی نگاہ میں

طلب اور اشتیاقِ فیض تڑپ کے مرحلہ میں داخل ہو گیا اور یہ فیصلہ کر لیا کہ تعلیم کی مزید تحصیل کے لیے مرکزِ علم دارالعلوم حقانیہ میں داخلہ لیا جائے کہ قائدِ شریعت حضرت شیخ الحدیثؒ سے کسبِ فیض، خدمت، حصولِ دُعا اور استفادہ کی اس سے بہتر کوئی دوسری صورت ممکن نہیں ؎

آناں کہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

(ترجمہ "وہ جو خاک کو ایک نظر سے کیمیا بنا دیتے ہیں ممکن ہے کہ وہ ہم پر بھی نظرِ التفات فرمائیں!")

چنانچہ دارالعلوم کے مرحوم ناظمِ اعلیٰ مولانا سلطان محمود صاحبؒ کے نام ۳ رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ کو دارالعلوم میں داخلے کے سلسلہ میں جو خط لکھا اُس کی نقل محفوظ کر لی تھی، اور اب دیکھا تو اس خط کا اصل مضمون بھی یہی تھا کہ "آئندہ سال سے دارالعلوم حقانیہ میں تعلیمی داخلہ لینے کا ارادہ ہے، اس کی وجہ دارالعلوم کی بے مثل تعلیم، بہترین ماحول، مہربان اساتذہ بالخصوص شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کی ذاتِ بابرکات ہے انہی کی صحبت میں رہنے اور ان ہی کی میٹھی میٹھی باتیں سننے کا تصور غالب ہے" ؏

کہ دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

جواب آیا کہ دارالعلوم کے شرائط اور قواعد و ضوابط کی پابندی کو ملحوظ رکھ سکو گے تو داخلہ ضرور مل جائے گا ——— چنانچہ احقر شوال ۱۳۹۵ھ کے دوسرے عشرے کے اوائل میں دارالعلوم پہنچ گیا، جمعہ کا دن تھا حضرت شیخ الحدیثؒ نے اپنی مسجد (قدیم دارالعلوم حقانیہ) میں خطبۂ جمعہ ارشاد فرمایا نماز بھی خود پڑھائی۔ احقر پہلی صف میں حضرتؒ کے سامنے بیٹھا تھا اور نظر چہرۂ انور پر تھی۔ لوحِ حافظہ پر یہ نقش اتنا گہرا ہے جیسے ابھی کل کی بات ہے۔ ملنے اور ایک دو منٹ بات چیت کر لینے کی جرأت تو کر ہی لی تاہم دل اس سے نہال ہوا جا رہا تھا کہ اتنا قریب سے دیکھنے، حضرتؒ کی اقتداء میں نماز پڑھنے، گفتگو سننے اور علیک سلیک اور مصافحہ کرنے کی سعادت بھی حاصل ہو گئی۔

یہی پہلی ملاقات تھی چشمِ تصور میں آج اس پہلی ملاقات کی پیاری اور حسین تصویر نگاہوں کے سامنے ہے ؏

ہم نے دیکھا تھا اک فنا فی اللہ

حضرت شیخ الحدیثؒ سراپا وقار، مجسم متانت، قدمیانہ اور چہرۂ اقدس پر معصومیت اور شرافت نمایاں رہتی تھی، لباس نہایت صاف ستھرا، سر پر عمامہ نہایت سفید اور صاف، اس کے پیچ بھی نہایت خوبصورتی سے دیئے ہوئے (بعد میں مخدوم زادۂ ذیقدر حضرت العلامہ مولانا سمیع الحق مدظلہٗ نے بتایا کہ حضرتؒ جب عمامہ باندھتے تو بڑے شوق اور پوری توجہ سے باندھا کرتے تھے) آنکھوں میں ایمان کا نور اور علم و ذہانت کا اُجالا دمک رہا تھا، چہرۂ انور گلاب کی طرح کھلا ہوا تھا اور جب تک مجلس رہتی لبوں پر مسکراہٹ رہتی ——— اول وہلہ میں دیکھ کر دل نے یہ شہادت دی کہ ان میں دوسروں کو ایذاء پہنچانے اور دل دُکھانے کی صلاحیت ہی نہیں ہے۔ پھر حضرتؒ سے قرب و تعلق، تلمذ و خدمت، معیت و استفادہ اور سفر و حضر میں رفاقت کی وجہ سے ذاتی واقفیت جتنی بڑھتی گئی حضرتؒ کی شخصیت کی عظمت اور اس کا اثر بھی اپنے اوپر بڑھتا گیا۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کی خدماتِ جلیلہ، عظمتِ علم و دین، سیاسی مقام و منزلت اور مجاہدانہ کردار اپنے تلامذہ، حلقۂ علماء و احباب اور لکھے پڑھے ذی شعور طبقہ میں تو مسلّم تھا ہی، ہمارے ڈیرہ اسمٰعیل خان کے دُور دراز دیہاتو کے اَن پڑھ لوگ بھی ان سے متاثر بلکہ ان کے غائبانہ عقیدتمند اور مُحِب تھے، میرے لیے ان کے سامنے حضرت شیخ الحدیثؒ کا نام بھی فخر کے لیے کچھ کم نہ تھا ؏

ان کے اِک جاں نثار ہم بھی ہیں

میری تو خیر کوئی رائے اور حیثیت ہی نہیں اکابر علماء، مشائخ اور صاحب اربابِ علم و فضل کو بارہا اس بارے میں ہم خیال و یک زبان پایا کہ اس زمانہ میں حضرت شیخ الحدیثؒ ایسی شخصیت کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے دین کا ایک واقعاتی معجزہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

تلمذ و استفادہ اور خدمت و شدتِ قرب کے دس سال کے طویل عرصہ میں حضرتؒ کو قریب سے دیکھنے اور مطالعہ کرنے کا بہترین موقع ملا، اس دوران جو چیز خاص طور پر محسوس کی وہ یہ تھی کہ شب کے معمولات کی پابندی و مشغولی، مطالعۂ کُتب، فکر و مراقبہ، تہجد اور مناجات و ریاضت کے باوجود دن میں وہ بڑی مستعدی اور بیداری، ہر ایک کی طرف حسبِ حال پوری توجہ و التفات، دارالعلوم کے اہتمام، اضیاف کی کثرت اور ان سے ملاقاتیں اور خدمت، درس و تدریس اور روزانہ کے سبق میں حیرت انگیز مباحث اور علمی نکات اسی شان سے بیان فرماتے تھے کہ تعب و مشقت یا تھکان اور اکتاہٹ کا کوئی نشان بھی معلوم نہیں ہوتا تھا۔

دارالحدیث میں درسِ حدیث کا منظر، حضرتؒ کا مخصوص اور دلکش لہجہ اور دارالحدیث کی روحانی اور پُرسکینت فضاء اور حضرتؒ کا معصوم چہرہ

آج بھی آنکھوں کے سامنے ہے ؎

گر مصور صورتِ آں دلستاں خواہد کشید
حیرتے دارم کہ نازش را چساں خواہد کشید

آپؒ کے اندازِ درسِ حدیث میں حفظ و تبحر اور دعوتِ جہاد کی روح ہدف ہوا کرتی تھی۔ آپ کے جوشِ جہاد، ذوقِ عمل، ہمت باطنی اور وسعتِ اخلاق نے علم کو عمل کے ہر ہر گوشے میں دوڑا کر عملی سانچوں میں پیش کیا۔ آپ کا درس عالمانہ ہونے کے ساتھ ساتھ مجاہدانہ اسپرٹ سے بھرپور اور جذباتِ عمل سے لبریز ہوا کرتا تھا جس سے طلبۂ مخلصین کے قوائے عمل کی قوتیں بیدار ہو جاتیں اور جذباتِ عمل زیادہ سے زیادہ مشتعل ہوتے تھے۔

مہمانوں کی کثرت اور اس پر حضرتؒ کی مسرت و بشارت بچشم خود دیکھی مہمانوں کا بھی کوئی وقت یا کوئی تعداد مقرر نہیں تھی، مہمانوں میں ہر طبقہ کے لوگ ہوتے تھے، اکابر علماء، دارالعلوم حقانیہ کے مخلص معاونین، قدیم فضلاء، جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی قائدین، مشاہیر زعماء، سیاسی رہنما، جماعتی احباب، تبلیغی جماعتیں، ارکانِ پارلیمنٹ وزراء، سرکاری آفیسرز، کالج کے طلبہ، دینی مدارس کے طلباء و اساتذہ، خفیہ پولیس کے خاص اشخاص، بیعت کے خواہشمند، تعویذات کے طالب، غرض کہ ہر طبقہ اور ہر قسم کی سوسائٹی سے تعلق رکھنے والے احباب آپ کے ہاں تشریف لاتے اور اپنے اپنے ظرف کے مطابق خوشحال اور مالامال ہوتے۔

اور اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ آپ کی عملی زندگی کامل اتباعِ نبویؐ اور حضرات صحابۂ کرامؓ کی تقلید تھی۔ آپ میں مقصد کی لگن اور نصب العین کا وہ عشق تھا جس کے لیے ایثار اور قربانی کا ایسا مرحلہ نہ تھا جسے آپ نے گوارا نہ فرمایا ہو۔ کوئی مشقت اور تکلیف نہ تھی جس کا استقبال مسکراتے ہوئے نہ کیا ہو۔ اور واقعہ بھی یہی ہے کہ عشق کا جنون جب سر پر سوار ہو جاتا ہے تو محبوب کی طلب میں کوئی مزاحمت نہیں رہتی وہ شوقِ منزل کی تمام دشواریوں سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ حضرتؒ کی زندگی کا خمیر عشق کی ولولہ انگیزیوں اور جنون نوازیوں سے تیار ہوا تھا۔ آپ کی ذات میں ایثار و قربانی اور سرفروشیوں کی ایک دنیا آباد تھی کیونکہ صحابۂ کرامؓ کے ارتقاء و اخلاص کا پیمانہ جہاد فی سبیل اللہ تھا، وہی رُوح اور سچی تڑپ آپ کے اندر برابر کام کرتی رہی۔

میری زندگی کے دس سال کا یہ عرصہ جو حضرتؒ کی خدمت و معیت اور ان سے اخذ و استفادہ اور ان کی مجلسِ خیر و برکت میں گذرا، ہر شب شبِ قدر اور ہر روز روزِ عید کا مصداق بن گیا ؎

مے ناب و کنارِ آب و یارِ مہرباں ساقی
دلا کئے بہ شود کارت اگر اکنوں نخواہد شد

پھر احقر نے حضرتؒ کے ساتھ رہ کر متعدد اور متضاد مناظر دیکھے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختمِ نبوت، ۱۹۷۷ء کی تحریک نظامِ مصطفےٰؐ اور مختلف الیکشنوں کے ہنگاموں میں لوگوں کی عقیدت اور ارادت کا جوش بھی دیکھا، لوگوں کی نیاز مندی اور اظہارِ جاں نثاری بھی دیکھی۔ ۱۹۸۵ء کے الیکشن کے نتیجے میں قائم ہونے والی پارلیمنٹ میں مخدوم زادہ ذیقدر استاذِ محترم حضرت العلامہ مولانا سمیع الحق مدظلہٗ کا نفاذِ شریعت بل پیش کرنے کے معرکے اور اس سلسلہ کے ہنگامے اور پھر حضرت شیخ الحدیثؒ کی تحریک نفاذِ شریعت کی قیادت اور متحدہ شریعت محاذ کی صدارت کے ایام بھی دیکھے۔ سیاسی فضا کے تکدر زود رنج اور طوطا چشم عوام کی برہمی اور ان کے بعض قریبی تلامذہ اور عزیزوں کی احسان فراموشیاں، حضرتؒ کی تحریک نفاذِ شریعت کے مقابلہ میں تحریک بحالیٔ جمہوریت کے فروغ و ترویج اور غلو فی السیاست کے روح فرسا اور دلسوز مظاہرے بھی دیکھے۔ سوشلزم کے عفریت اور سوشلسٹ انقلاب کی یلغار اور عورت کی متوقع حکمرانی کے خلاف جب حضرتؒ نے ملک بھر کے مرکزی مقامات اور صوبہ سرحد کے اہم اضلاع اور اہم مقامات کا دورہ کیا تو اس موقع پر بھی اپنے بعض نادان دوستوں کی بلا وجہ مزاحمت سے حضرتؒ کو تند و تلخ تجربوں، دینی درد و دلسوزی اور شرعی نقطہ نظر کے پیشِ نظر قلبی بے چینی اور اضطراب سے بھی گذرنا پڑا۔ ان ایام میں بھی رفاقت اور قربِ خاص میں رہ کر آپ کی ہر ادا سامنے رہی، مگر بایں ہمہ ہیچ کے مجالس، درس کی مسند، دارالعلوم کے دفترِ اہتمام، پارلیمنٹ کی رزم گاہ، تحریک نفاذِ شریعت کے عظیم جلسوں اور سیاسی ہنگاموں میں حضرتؒ کی حالت یکساں پائی، اور کوثر و تسنیم میں دھلی ہوئی زبان سے کوئی حرفِ شکایت سننے کی نوبت نہیں آئی ؎

ذرا پی کر بہک جانا یہ کم ظرفوں کا شیوہ ہے
جو عالی ظرف ہیں جتنی پئیں وہ کب بہکتے ہیں

مولانا عبدالحقؒ ایک فرد کا نام نہ تھا، صفاتِ خیر کے اس نہایت حسین اور دلآویز پیکر کا نام تھا جس کا وجود خاکی تھا مگر صفات ملکوتی تھیں، وہ مسلکاً حنفی تھے مگر شدت اور غلو نام کی چیز سے ناآشنا تھے، مسلک میں بے جا سختی اور نہ مزاج میں تندی، علم حدیث اور علمِ فقہ، علومِ شرعیہ کا مشکل ترین میدان ہے لیکن حضرتؒ کے ہاں پیچیدہ مسائل چٹکیوں میں حل ہوتے، شریعت کوئی بھاری بوجھ محسوس نہ ہوتی زندگی میں رچی بسی بڑی سہل چیز نظر آتی، وہ عُسر کی بجائے یُسر کی راہ نکالتے، شریعت سے خوفزدہ نہ کرتے اس پر عمل کی ترغیب دیتے اور اپنی رائے کسی پر جبراً مسلط نہ کرتے، اندازِ تفہیم ایسا دلنشیں ہوتا کہ سننے والے کو نہ صرف شرح صدر ہو جاتا بلکہ وہ حضرتؒ کا گرویدہ ہو جاتا۔ بعض سیاسی زعماء اور نامور علماء کے اندر پائی جانے والی نخوت انہیں چھو کر بھی نہیں گذری تھی۔ وہ بڑے ملنسار، منکسر المزاج اور متواضع و خلیق تھے۔ عام گفتگو میں بھی اپنی علمی برتری و جامعیت کا ذرا بھی اظہار نہ ہونے دیتے۔

مجھے تو خود حضرتؒ سے خدمت و تلمذ کی نسبت تھی اور حضرتؒ میرے شیخ و مربی اور محسن و استاذ تھے۔ شرافتِ نفس، عزیزانہ محبت اور مکارمِ اخلاق کا بارہا تجربہ ہوتا رہا۔ اپنی بزرگی کے باوجود تواضع میں بچھے جاتے تھے،

میں شرمندہ بھی ہوتا اور اس احساس سے شادکام بھی کہ اپنے علم وفضل میں ایسا عظیم اور بلند پایہ انسان مجھے بطور مربی واستاد اور ایک مہربان ودعاگو بزرگ کے میسر آیا ہے۔

حضرتؒ نرم مزاجی اور خوش اخلاقی کے باوجود بہت صاف گو تھے کھری یا سچی بات کہنے یا اپنی رائے کے اظہار میں انہیں کوئی تامل نہ ہوتا، وہ اخلاقی اعتبار سے مخاطب کے مقام ومرتبہ کا لحاظ ضرور کرتے تھے لیکن اس سے مرعوب ہرگز نہیں ہوتے تھے، اگر سوال یا جواب میں جھنجلاہٹ ہٹ دھرمی یا اشتعال کا مظاہرہ ہوتا تو وہ اپنی بات کہہ کر خاموشی اختیار کرلیتے، اور کمال یہ تھا کہ معاملہ کو بدمزگی یا تلخی تک کبھی نہ پہنچنے دیتے تھے۔

حضرتؒ میں صحابۂ کرامؓ کی والہانہ شان کی ایک ادا اور ان کی دینی بے قراری کی جھلک نظر آتی تھی۔ دل کے سوز وگداز اور راتوں کے راز ونیاز کی بہت کم لوگوں کو تھی، آپ کا مزاج بھی یہی تھا کہ کسی کو اس کی خبر نہیں ہونے دیتے تھے، مگر جنہیں قریب سے دیکھنے کا موقع ملا وہ جانتے ہیں کہ بکاء اللیل وبسام بالنہار (رات کو رونے والے دن کو بہت مسکرانے والے) کی زندہ تصویر تھے۔

اور اس سے بڑھ کر شہادت اور کیا ہوسکتی ہے کہ حضرت العلامہ مولانا قاضی عبدالکریم کلاچی مدظلہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ آج سے کوئی بیس پچیس سال قبل شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے ساتھ ریل گاڑی کا ایک طویل سفر پیش آیا مسافروں کا ہجوم، پانی کی قلت، سفر کی تھکاوٹ اور سفرانہ شرعی رخصتیں اس پر مستزاد، مگر میں نے حضرت شیخ الحدیثؒ کو دیکھا کہ بڑی مستعدی اور عالی ہمتی کے ساتھ قیام اللیل کے مناجات اور معمول کے وظائف و اوراد بڑی استقامت کے ساتھ پورا کررہے ہیں سفر کا یہ معاملہ دیکھا تو حضر کے معمولات کے تصور سے چشم حیرت کھلی ہی رہ گئی۔ حضرت قاضی صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ حضرتؒ کی اس ہمت وعزیمت کو دیکھا تو ضمیر نے مجھے بھی جھنجوڑا اور خدا کا فضل ہے کہ اسی روز سے میرا بھی تہجد کا معمول بن گیا ہے اور بلا عذر قضا ہونے کی نوبت نہیں آئی۔

کمال وشہامتِ خلق کے ساتھ اپنے نفس سے بدگمانی اور بے مائیگی کا استحضار واعلان انسان کی بلندی کی دلیل اور اس بات کا ثبوت ہے کہ انسان نفسِ امارہ کی گرفت سے آزاد اور خود فریبی وخود پرستی سے بلند ہوگیا ہے اور یہ چیز حضرت شیخ الحدیثؒ کی زندگی میں بہت نمایاں ہوگئی تھی۔ اور واقعۃً بھی یہی ان کا حال تھا قال نہ تھا، بڑے بڑوں کو دیکھا کہ حضرتؒ کے اخلاقِ عالیہ، تواضع وایثار، خورد نوازی کو دیکھ دیکھ کر ورطۂ حیرت میں ڈوب جاتے تھے۔

حضرتؒ اکثر خود کو بے تکلفی سے لَیسَ بِشَیْءٍ کہہ دیا کرتے تھے۔ ظاہر بینوں کو یہ الفاظ جیسے بھی لگیں لیکن حضرتؒ اپنے متعلق یہ عقیدہ تھا اور اس میں کوئی تصنع کا شائبہ تک نہ تھا وہ دل سے اپنے کو لَیسَ بِشَیْءٍ سمجھتے تھے، حالانکہ قدرت نے ان کو صحیح معنوں میں اپنے اسلاف کا جانشین، بحرِ زخار، قائدِ شریعت اور نعم الخلف لنعم السلف کا مصداق بنایا تھا۔ حضرتؒ کے ملفوظات کا ذخیرہ آپ کے سامنے ہے، مطالعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرتؒ خود کو کیا سمجھتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو تواضع وانکسار اور بے نفسی کے کس مقامِ رفیع پر پہنچایا تھا۔

واقعہ یہ ہے کہ الفاظ کی بڑی سے بڑی مقدار بھی ذاتی مطالعہ اور عینی مشاہدہ کے قائم مقام نہیں ہوسکتی، الفاظ کا دامن تنگ ہے، اصل حقیقت کی نقاب کشائی الفاظ کے حدود وپیرایۂ اظہار سے ناممکن ہے۔

پھر کیفیات وجذبات، بیسیوں ادائیں، عشقِ رسولؐ، وارفتگی و جاں نثاری یہ سب امور ایسے ہیں جن کی واقعی تصویر کشی بہرحال محال ہے اور اگر کوئی چیز کسی کا صحیح تصور قائم کراسکتی ہے اور ان کو کسی حد تک صحیح شکل میں پیش کرسکتی ہے تو وہ صرف واقعات، حقائق یا اُن کی اپنے روزمرہ کی بے تکلف گفتگو، نجی کے مجالس، مواعظ اور ارشادات ہی ہوسکتے ہیں۔

تعلیمِ دین، علومِ نبوت کی ترویج واشاعت، قرآنی معارف کی خدمت، آدم گری وآدم سازی اور رجال کار کی تربیت پر خصوصی توجہ اور ارشاد و تربیت کا بہت بڑا ذریعہ اور مرکز آپ کا قائم فرمودہ ادارہ مرکزِ علم دارالعلوم حقانیہ ہے جس کے فضلاء آج اطرافِ عالم میں ترویج شریعت اور اقامتِ دین کے کام میں مصروف ہیں۔ جہادِ افغانستان کی مرکزی قیادت اور محاذِ جنگ کے عظیم جرنیل مادرِ علمی دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء اور حضرت شیخ الحدیثؒ کے خصوصی تلامذہ ہیں۔ حضرتؒ نے اپنے تلامذہ کے عظیم سلسلہ کی صورت میں اقلیمِ محبت اور ولایتِ عشق کی نئی سپاہ تیار کی! اسکے ساتھ ساتھ آپ کے مجالس، عام گفتگو، مواعظِ جمعہ، عام خطبات بھی ہدایت وارشاد، اصلاحِ انقلاب اُمت اور صفائے باطن میں اکسیر ہوا کرتے تھے۔

عام خطبات اور مواعظِ جمعہ مخدوم زادۂ ذیقدر استاذِ محترم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے ضبط کرکے **دعواتِ حق** کے نام سے دو جلدوں میں شائع کردیئے ہیں، جسے ملک وبیرونِ ملک مقبولیتِ عام حاصل ہوئی اور اس سلسلہ کے مزید ضبط واشاعت کا مطالبہ اور اصرار ہونے لگا۔ چنانچہ اس سلسلہ کی تیسری جلد پر بھی کام جاری ہے۔ عام خطبات اور مواعظِ جمعہ کے علاوہ حضرتؒ کی ایک مجلسِ عام بعد العصر مسجد شیخ الحدیث (قدیم دارالعلوم حقانیہ) میں ہوا کرتی تھی۔ حضرتؒ عصر کی نماز پڑھ کر اپنی مسجد میں بیٹھ جایا کرتے۔ اکابر علماء مشائخ، دارالعلوم کے اساتذہ، طلبہ، اضیاف، دور دراز سے آئے ہوئے مہمان، افغان قائدین، مجاہدین، سیاسی کارکن، قومی راہنما، حکومتی کارندے، غرض مشائخ کے دستور کے مطابق ہر طبقہ کے آدمی کو حاضر ہونے اور استفادہ کرنے کی اجازت تھی۔

حضرتؒ کی گفتگو میں رُشد وہدایت کی چاشنی اور اخلاص ومحبت کا وفور ہوا کرتا تھا۔ جس کی ایک بار ملاقات ہوگئی وہ عمر بھر کا گرویدہ اور عاشقِ زار بن گیا۔ یہی وجہ تھی کہ حضرتؒ کی مجالس میں علماء، مشائخ، طلبہ،

اہلِ عقیدت اور اہلِ طلب شریک ہوتے۔ مختلف موضوعات اور مسائل پر باتیں چھیڑتے تو جواب شافی پاتے ؎

اے لقائے تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

ان مجالس کا کوئی مستقل یا متعین موضوع یا اس وقت کی گفتگو کوئی مستقل درس کی حیثیت نہیں رکھتی تھی جو کچھ حسب حال اللہ کریم آپ کے دل میں ڈال دیتا ارشاد فرماتے۔

ان مجالس میں عام رشد و ہدایت کے اقوال، سلوک و تصوف کے نکات، اصلاحی و علمی تحقیقات، سلف صالحین اور بزرگوں کے حالات و واقعات ارشاد فرماتے۔ بعض اوقات یہ گفتگو بڑے گہرے معارف و حقائق، دقیق نکات اور حیرت انگیز علمی و روحانی لطائف پر مشتمل ہوتی تھی۔ اکابر علماء دیوبند بالخصوص اپنے شیخ و مربی شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کا تذکرہ کرتے وقت جذب و وجد کا خاص کیف و اثر محسوس ہوتا، چہرۂ اقدس پر بشاشت آجاتی، گویا کسی نے دل کی دھڑکن پر ہاتھ رکھ دیا ہے اور ایسا معلوم ہوتا کہ دل کا ساز کسی نے چھیڑ دیا ہے۔ آپ کے ملفوظات میں نادر تحقیقات اور بلند و لطیف علوم کا ایسا ذخیرہ ہوتا جو حقائق اور معارف کی بہت کم کتابوں میں دستیاب ہوتا ہے۔

مجالس میں اول سے آخر تک انبساط رہتا، خشونت کا تصور بھی نہ ہوتا، کسی درجہ کی خشکی اور یبوست آس پاس نہ رہتی۔ خندہ جبینی، شگفتہ بیانی، زندہ دلی اور نکتہ سنجی مجلس کو باغ و بہار بنا دیتی تھی۔ وہ ایک مصلح اور مشفق داعی تھے ان کا مقصدِ زندگی خدمتِ علم، اصلاحِ امت اور دعوت و خدمت تھا، انکی نظر لینے سے زیادہ دینے، فائدہ اٹھانے سے زیادہ فائدہ پہنچانے اور طلب و سوال سے زیادہ بذل و نوال پر تھی۔ حضرت شیخ الحدیثؒ بھی عام علماء ربانی اور مشائخِ روحانی کی طرح اپنی زندگی کے حالات و سوانح کے بجائے ہمیشہ صحیح تعلیمات و ہدایات، اپنے مطالعہ کا نچوڑ، اپنی زندگی کے تجربات اور اپنے محبین و معتقدین اور عامۃ المسلمین کے لیے مخلصانہ مشوروں کا اہتمام فرمایا کرتے تھے جن پر عمل پیرا ہو کر وہ خود اس بلند مقام تک پہنچے اور جن سے فائدہ اٹھا کر اور ان پر کاربند رہ کر دوسرے حضرات بھی دینی اور روحانی ترقیات حاصل کر سکتے ہیں اور بہت سے خطرات، وساوس، مضرات، لغزشوں اور غلطیوں سے بچ سکتے ہیں۔

زندگی کے آخری ایام میں بھی یہی احساس فرض، احساسِ مرض پر غالب رہتا تھا۔ حضرتؒ کے ارشادات اور ملفوظات سامعین و قارئین کو خیالات کی بلندی، حوصلہ مندی، مادیت کے خلاف بغاوت، حقیقت کی جستجو، سازِ دل کو چھیڑنے اور روح کے سرچشموں کو جاری کرنے میں مرکزی اور بنیادی کردار ادا کرتے تھے۔

ماہنامہ الحق کے خصوصی نمبر کے ساتھ ساتھ ادارہ مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور حضرتؒ کی اسی مجلسِ عامہ کے ارشادات و فیوضات اور ان کے علوم و معارف کا خزینہ "صحبتے با اہلِ حق" کے عنوان سے ۴۰۰ سے زائد صفحات کی ایک مستقل کتاب کی صورت میں ان کے تلامذہ، متوسلین، معتقدین، الحق کے قارئین اور عامۃ المسلمین کی خدمت میں پیش کر رہا ہے، جسے احقر چھ سات سال سے قلمبند کر کے حضرتؒ کی خدمت میں پیش کرتا رہا، حضرتؒ بھی باقاعدگی سے تمام ملفوظات سنتے اور جگہ جگہ اصلاح بھی فرماتے۔ جن میں طریقت و معرفت کے مسائل، شریعت کی حکمیات کی توضیح، سیاست اور قومی معاملات کے دقائق کی توجیہات اور حیات بخش نکتے اس طرح جمع ہو گئے ہیں کہ ایک جویائے حقیقت و معرفت، ایک متلاشیِ احوالِ آخرت اور ایک طلبگارِ شریعت و سیاست کے لیے یکساں طور پر شفا اور سکونِ روح کا سامان بہم پہنچاتے ہیں۔

حضرتؒ کے دیگر حسنات اور عظیم صدقاتِ جاریہ کی طرح یہ بھی ایک عظیم صدقہ جاریہ ہے "صحبتے با اہلِ حق" کا مطالعہ، ملفوظات سے استفادہ گویا حضرتؒ کی مجلسِ درس و افادہ میں روحانی اور معنوی حاضری ہے۔ کتاب کے دو ایڈیشن چھپ کر ہاتھوں ہاتھ نکل چکے ہیں تیسرا ایڈیشن پریس میں ہے

وقت کے محدثِ عظیم، مجاہدِ جلیل کے ان علم پرورانہ حقائق، عمل آفرین و ثائق، شرعی راہنمائی کے عرفانی ارشادات اور علمی ہدایات و فیوضات سے لوگ منتفع ہونے میں کوتاہی اور سستی سے کام نہیں لیں گے بلکہ اس زلالِ حیات سے ابدی زندگی حاصل کریں گے۔

برد اللہ مضجعہٗ

مؤتمر المصنفین کی عظیم تاریخی پیشکش
امام اعظم ابو حنیفہؒ کا نظریہ انقلاب و سیاست
تصنیف: مولانا عبدالقیوم حقانی
سیاست کا اسلامی مفہوم اور تشریح، امام ابو حنیفہؒ کا سیاسی مسلک و کردار، سیاسی تجربے اور کارنامے، ایک ہمہ گیر انقلابی تحریک اور مضبوط سیاسی جماعت کی ضرورت، تشکیل اور نصب العین، فقہ حنفی کی قانونی جامعیت، سیاست میں ترافت کا اصول، جبر و ظلم کے مقابلے میں استقامت و پامردی، موجودہ دور میں سیاسی عمل کے رہنما اصول اور دیگر کئی ایک اہم موضوعات پر سیر حاصل بحث
قیمت ۱۰ روپے
مؤتمر المصنفین، دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، پشاور